جناب عبدالحی ابڑو

امام ابن تیمیہؒ کی وصیّت

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی ذات والاصفات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کے ایک شاگرد ابوالقاسم المغربی نے آپ سے ایک وصیت کی درخواست کی جس سے وہ دین اور دنیا کی بھلائی حاصل کر سکیں۔ انہوں نے علم حدیث اور دیگر شرعی علوم کے بارے میں کتابوں، نیز بہتر ذریعہ معاش کی نشاندہی کے بارے میں بھی پوچھا۔ امام ابن تیمیہ نے جواب میں درج ذیل وصیت فرمائی جسے "الوصیۃ الصغریٰ" کا نام دیا جاتا ہے۔

سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔

آپ نے وصیت کرنے کا تقاضا کیا ہے تو میرے علم کے مطابق پیروی کی خواہش رکھنے والے کسی صاحب فہم کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی وصیت سے زیادہ مفید کوئی اور وصیت نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ولقد وصینا الذین اُوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ" (النساء: ۱۳۱)

(تم سے پہلے جن کو ہم نے کتاب دی تھی انہیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو)

اسی طرح آپ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت فرمایا: اے معاذ! اللہ سے ڈرتے رہو جہاں کہیں بھی ہو، اور برائی کے بعد نیکی ضرور کرو جو اس کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت معاذ کی بڑی قدر و منزلت تھی، آپؐ نے اپنے پیچھے سواری پر ہمرکاب ہونے کی حالت میں انہیں فرمایا: "اے معاذ! بخدا مجھے تمہارے ساتھ محبت ہے۔"

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ وصیت فرمائی جس کو انہوں نے جامع سمجھا۔ بلاشبہ اپنے سمجھنے والے کے لیے یہ ہے بھی بہت جامع۔ ساتھ ہی یہ قرآنی وصیت کی شرح بھی ہے۔

اس کی جامعیت یوں ہے کہ بندے پر دو حقوق ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کا اور دوسرا بندوں کا۔ چنانچہ اس پر جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس میں بعض اوقات اس سے لازماً کوتاہی سرزد ہوگی یا تو کسی حکم کی بجا آوری

ہیں یا کسی ممنوع چیز کا ارتکاب کرکے ۔ اس لیے آپؐ نے ارشاد فرمایا ۔ "اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو" جہاں کہیں بھی ہو ۔ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ کے لیے ظاہر اور پوشیدہ دونوں حالتوں میں تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے ۔ پھر فرمایا "برائی کے بعد نیکی ضرور کرو جو اسے مٹادے" اس لیے کہ مریض جب کوئی مضر چیز استعمال کر بیٹھے تو طبیب اسے ایسی چیز کے استعمال کا مشورہ دیتا ہے جو اسے ضرر سے محفوظ رکھے گویا گناہ جسد کے ساتھ لازم و ملزوم ہے، پس عقلمند وہ ہے جو برائیوں کو مٹانے کے لیے بیشتر نیکیاں کرتا رہے ۔ چنانچہ نیکیاں بدیوں کی جنس میں سے ہونی چاہییں تاکہ انہیں مٹانے میں زیادہ موثر اور کارگر ہوسکیں ۔

گناہوں کے اثرات درج ذیل چیزوں سے زائل ہوتے ہیں :

(۱) توبہ ۔ (۲) استغفار، چاہے توبہ کے بغیر ہو ۔ بندہ چاہے توبہ نہ بھی کرے مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی قبولیت کے نتیجے میں اسے بخش دیتا ہے ۔ لیکن اگر توبہ و استغفار جمع ہو جائیں تو یہ کمال درجہ ہے ۔

(۳) نیک اعمال، جو گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں ۔ یہ نیک اعمال یا تو مقررہ کفارات کی صورت میں ہوتے ہیں جیسے روزہ توڑنے کا کفارہ یا ظہار کا کفارہ یا حج میں بعض ممنوع چیزوں کے ارتکاب کا کفارہ وغیرہ یہ کفارات چار قسم کے ہوتے ہیں ، جانور کی قربانی ، غلام آزاد کرنا ، صدقہ و خیرات کرنا یا روزے رکھنا ۔

بعض نیک اعمال ایسے ہیں جو مقرر نہیں بلکہ عمومی ہیں ، جیسا کہ حضرت عمرؓ سے حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ۔ "انسان سے اپنے اہل و عیال ، مال اور اولاد کے معاملات میں مشغول رہنے کی وجہ سے ذکر الٰہی سے جو غفلت ہو جاتی ہے نماز، روزہ صدقہ و خیرات اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام انجام دینے سے وہ معاف ہو جاتی ہے ۔" قرآن و سنت کے بے شمار شواہد بتاتے ہیں کہ پنج گانہ نماز، نماز جمعہ، روزہ ... اور اسی طرح کے دیگر اعمالِ صالحہ گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں ۔

ان چیزوں پر توجہ دینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے ۔ اس لیے کہ انسان کو بلوغت سے مرتے دم تک ایسے حالات سے سابقہ پیش آتا ہے جو جاہلیت سے مشابہت رکھتے ہیں ۔ انسان کی نشوونما چاہے کتنے ہی تقویٰ اور علم و تدین کے ماحول میں ہوئی ہو اس کے باوجود وہ جاہلیت کے بعض اعمال کا مرتکب ہو ہی جاتا ہے ۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ "تم لوگ پچھلی امتوں کی پوری طرح پیروی کروگے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی ایسا ہی کروگے ۔ صحابہ نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون سی امتیں ہیں ، یہود و نصاریٰ تو نہیں ؟ آپؐ نے فرمایا ، اور کون ہیں ؟" چنانچہ ان امتوں کے رسوم و رواج اور عادات بعض اہل ایمان میں بھی سرایت کر گئی ہیں ۔ اس لیے

اللہ کی طرف سے جس کو شرح صدر نصیب ہو اور اسے جاہلیت، مغضوب علیہم اور بھٹکی ہوئی امتوں کے حالات و اطوار سے کچھ واقفیت ہو اسے ان باتوں کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

چنانچہ ہر خاص و عام کے لیے جو چیز سب سے زیادہ نفع بخش ہے اور پریشانیوں سے اسے نجات دلا سکتی ہے وہ ہے گناہ کا ارتکاب ہو جانے کے فوراً بعد نیکی کرنے کا علم رکھنا۔ نیکیاں وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اعمال، اخلاق اور اوصاف کی شکل میں اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے انجام دینے کا حکم دیا ہے۔

اس کے علاوہ گناہوں کے اثرات کو جو چیزیں مٹاتی ہیں ان میں سے ایک قسم ان مصیبتوں اور پریشانیوں کی ہے جو انسان کو رنج و غم، مالی، جسمانی اور معنوی لحاظ سے حاصل ہونے والی تکالیف سے عبارت ہیں، ان میں انسان کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حق کو ان دو کلمات (عمل صالح کرنے اور برائی کی اصلاح کرنے) میں بیان کرنے کے بعد فرمایا: ”وخالق الناس بخلق حسن“ (لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ) یہ لوگوں کا حق ہے۔

لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کا خلاصہ یہ ہے کہ: جو قطع تعلق کرے۔ سلام کلام، عزت و اکرام، اس کے لیے دعا و استغفار اور اس کی تعریف کے ذریعہ اس سے جڑا جائے اور اس سے میل جول رکھا جائے۔ جو کسی چیز سے محروم رکھے اسے تعلیم و تعلم کا اور مالی و غیر مالی ہر طرح کا فائدہ پہنچایا جائے، جو جان مال یا عزت و آبرو کے لحاظ سے ظلم کرے اور نقصان پہنچائے اس کو معاف کیا جائے۔ ان میں سے کچھ چیزیں تو واجب ہیں اور کچھ مستحب اور مرغوب۔

جب کہ وہ ”خلق عظیم“ جس کا مصداق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرایا گیا ہے وہ اس پورے دین کا نام ہے جو تمام احکاماتِ الٰہی کا مجموعہ ہے۔ حضرت عائشہؓ کے قول ”کان خلقہ القرآن“ میں بھی ”قرآن“ کا یہی مفہوم ہے۔ ”خلق عظیم“ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان خوش دلی اور شرح صدر سے وہ چیزیں انجام دے جو اللہ کو پسند ہیں۔

رہی یہ بات کہ یہ تمام چیزیں ”اللہ کی وصیت“ کیونکر ہیں، تو وہ اس لیے کہ اللہ کے خوف اور تقویٰ میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کے حتمی طور پر یا ترغیب کے طور پر کرنے کا یا اس سے رک جانے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے۔ اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سبھی شامل ہیں۔ لیکن چونکہ بسا اوقات تقویٰ سے مراد اللہ کے عذاب کا ڈر لیا جاتا ہے جو حرام کردہ چیزوں کے ارتکاب سے انسان کو روکتا ہے اس لیے حدیثِ معاذ

ہیں تقویٰ کا لفظ شرح و بسط کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کی ترمذی میں روایت کردہ حدیث میں بھی تقویٰ کی تفسیر بیان ہوئی ہے، جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ زیادہ تر کون سی چیز لوگوں کے جنت میں داخلے کا سبب بنے گی؟ آپؐ نے فرمایا، "اللہ کا خوف (تقویٰ) اور بہترین اخلاق"۔ پھر پوچھا گیا۔ کون سی چیز زیادہ تر جہنم میں لے جائے گی؟ فرمایا۔ "منہ اور شرمگاہ"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمانوں میں سب سے کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں"۔ چنانچہ آپؐ نے اچھے اخلاق کے کمال ہی کو ایمان کے مکمل ہونے کی نشانی قرار دیا۔ اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ ایمان پورے کا پورا خدا خوفی اور تقوے سے عبارت ہے۔

تقویٰ کے اصول و فروع کی تفصیلات بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں، وہ تو پورا دین ہی ہیں، البتہ خیر اور نیکی کا سرچشمہ اور بنیاد یہ ہے کہ آدمی عبادت اور استعانت (فریاد اور مدد طلبی) صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص کر دے، جیسا کہ یہ حکم کئی قرآنی آیات میں ارشاد ہوا ہے، مثال کے طور پر، ایاك نعبد وایاك نستعین (الفاتحہ)

(ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہی مدد مانگتے ہیں)

فاعبده وتوکل علیه (ھود: ۱۲۳) (پس تو اسی کی بندگی کر اور اسی پہ بھروسہ رکھ) فابتغوا عند الله الرزق، واعبدوه، واشکروا له (العنکبوت: ۱۷) (اللہ سے رزق مانگو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو)

چنانچہ بندے کو مخلوق سے اپنا دل اس طرح پھیر لینا چاہیئے کہ ان سے نہ کسی فائدے کی امید رکھے اور نہ ان کی خاطر کوئی عمل کرے، بلکہ تمام تر توجہ اور رخ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہو، اپنی ہر مشکل، پریشانی، تنگدستی اور خطرات وغیرہ میں اسی کو پکارتا رہے اور اس کی پسندیدہ چیزوں کو سرانجام دیتا رہے۔ جس نے یہ کام کر لیا تو اس کے انجام کا کیا کہنا!

آپ نے پوچھا ہے کہ فرائض شرعیہ کی ادائیگی کے بعد سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ تو مختلف لوگوں نیز ان کی مصروفیات اور مشاغل کے لحاظ سے اس کا جواب مختلف ہے۔ اس لیے سب کے لیے ایک ہی لگا بندھا جواب اور عمل ناممکن ہے۔ لیکن جس چیز پر علمائے حق کا تقریباً" اتفاق سا ہے، وہ یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کا التزام وہ بہترین مشغلہ ہے جس میں بندہ اپنے آپ کو مصروف رکھے۔ صحیح مسلم میں روایت کردہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث اس کی اہمیت واضح کرتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مفردون

سبقت لے گئے" عرض کیا گیا ؛ مفرّدون کون لوگ ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا "اللہ کا زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور عورت"

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "کیا میں تمھیں وہ عمل بتاؤں جو تمھارے سارے اعمال میں بہتر اور تمھارے مالک کی نگاہ میں پاکیزہ تر ہے اور تمھارے درجات کو دوسرے تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور راہِ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ اس میں تمھارے لیے خیر ہے اور اس جہاد سے بھی زیادہ تمھارے لیے اس میں خیر ہے ، جس میں تم اپنے دشمنوں اور خدا کے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارو اور وہ تمھیں ذبح کریں اور شہید کریں ؛ صحابہؓ نے عرض کیا " ہاں یارسول اللہ (ایسا قیمتی عمل ضرور بتائیے) آپؐ نے فرمایا۔ "وہ اللہ کا ذکر ہے"

(ابو داؤد - احمد - ترمذی - ابن ماجہ)

قرآن مجید سے بے شمار دلائل اور ایمان واعتقاد کی بنیاد پہ کیے گئے لاتعداد تجربات اس کی ٹھوس گواہی دیتے ہیں۔ N F اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ بندہ معلمِ انسانیت اور امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کے ماثور اذکار کی پابندی کرے ، جیسے صبح وشام کے اذکار ، سوتے وقت ، بیدار ہونے پر اور فرض نمازوں کے بعد والے اذکار وغیرہ اسی طرح وہ اذکار اور دعائیں جو مختلف حالات اور مواقع کے لیے نقل ہوئے ہیں جیسے کھاتے ، پیتے ، پہنتے یا گھر مسجد اور جائے ضرورت میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت ، اسی طرح بارش ہونے اور بجلی چمکنے اور اس طرح کے دیگر مواقع پر مسنون دعاؤں کا اہتمام کیا جائے ۔ اس سلسلے میں "شب وروز کے وظائف" کے عنوان کے تحت کتابیں موجود ہیں ۔

پھر عمومی ذکر کا اہتمام بھی کیا جائے ، اور اس میں سب سے بہتر "لاالہ الا اللہ" ہے ۔ بعض صورتوں میں ذکر کا دوسرا حصہ "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوت الا باللہ" اس سے افضل ہوتا ہے ۔

پھر یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیئے کہ اللہ سے قریب کرنے والی ہر چیز جیسے علم سیکھنا سکھانا یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا ، چاہے یہ چیز زبان سے الفاظ کی صورت میں ادا کی جائے یا قلب وذہن میں اس کا خیال پیدا ہو ، وہ بھی اللہ کے ذکر میں شامل ہے ۔ چنانچہ جو شخص ادائیگی فرائض کے بعد علم نافع کی تلاش میں لگ جائے یا کہیں بیٹھ کر ایسا علم فقہ سیکھے اور سکھائے جسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے فقہ کا نام دیا ہے تو یہ بھی بہترین ذکر میں سے ہے ۔ اس بنا پر اگر آپ غور کریں تو سب سے بہتر عمل کے سلسلے میں سلف کی باتوں میں آپ کو کوئی بڑا اختلاف نظر نہیں آئے گا ۔

بندے کو اگر کسی معاملے کے متعلق اشتباہ ہو جائے تو اسے شرعی استخارہ کر لینا چاہیئے ، اس لیے کہ

جو استخارہ کرے گا وہ کبھی نادم و پشیمان نہیں ہوگا۔ استخارہ اور دعا بکثرت کرنی چاہیئے، یہی چیز ہر بھلائی کی کنجی ہے، اس بارے میں اسے جلدی مچاتے ہوئے یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ "میں نے بہت دعائیں کیں مگر قبول نہیں ہوئیں" دعا کے سلسلے میں قبولیت کے اوقات پیش نظر رہنے چاہئیں جیسے رات کا آخری حصہ، نماز کے بعد، اذان کے دوران اور بارش ہونے وقت وغیرہ۔

جہاں تک کسب حلال کے نفع بخش ذرائع و وسائل کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے، اللہ پر توکل، اس کے کافی اور رزق رساں ہونے پر پورا بھروسہ اور اس کے متعلق اچھا گمان، چنانچہ رزق تلاش کرنے والے کو چاہیئے کہ رزق کے معاملے میں اللہ کا سہارا تلاش کرے اور اس سے مانگے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں، اس لیے تم مجھ سے رزق مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر جس کو میں پہناؤں۔ لہٰذا تم مجھ سے لباس مانگو، میں تمہیں پہناؤں گا۔" امام ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت بیان کی ہے کہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تمہیں اپنی تمام ضرورتیں اور مرادیں اللہ ہی سے مانگنی چاہئیں، حتیٰ کہ اگر تمہاری جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے، تو وہ بھی اپنے رب ہی سے مانگو اس لیے کہ اگر وہ نہ دینا چاہے تو میسر نہیں آسکتا۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واسئلوا اللہ من فضلہ (اللہ سے اس کا فضل مانگو)۔ مزید ارشاد ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ (الجمعہ: ۱۰) (پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو)۔ یہ آیت اگرچہ نماز جمعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر اس کا اطلاق تمام نمازوں پر ہوتا ہے۔ شاید اسی لیے آپؐ نے مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنے کا حکم فرمایا: اللھم افتح لی ابواب رحمتک" اور نکلتے وقت یہ دعا پڑھنے کی تعلیم دی اللھم انی اسئلک من فضلک۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا۔ "فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ (العنکبوت: ۱۷) (اللہ سے رزق مانگو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو) یہ امر (حکم) ہے اور امر واجب ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اور رزق وغیرہ کے معاملے میں اسی کا دامن تھامنا بہت بڑا دینی اصول ہے۔

پھر چاہیئے کہ مال کو پوری استغنائے نفس کے ساتھ لینا چاہیئے تاکہ اس میں برکت واقع ہو، حرص اور دل کی رغبت و شوق سے نہیں لینا چاہیئے، بلکہ بندے کے ہاں مال کی حیثیت "جائے ضرورت" کی سی ہو، کہ اس کی ضرورت تو ہے مگر دل میں اس کی کوئی جگہ نہیں، اور مال و دولت کے لیے دوڑ دھوپ صرف اتنی اور اس حد تک ہونی چاہیئے جیسی "قضائے حاجت" کے لیے ہوتی ہے۔ ترمذی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس پر اس حال میں صبح آئی کہ دنیا کا حصول ہی اس کا بڑا مطمع نظر تھا تو اللہ اس کے معاملات کو پراگندہ کر دے گا اور اس کے وسائل رزق کو منتشر کر دے گا اور دنیا میں سے اسے صرف اتنا ہی حصہ ملے گا جو اس کی قسمت میں لکھا ہے۔ مگر جس پر صبح اس حال میں آئی کہ آخرت ہی اس کا سب سے بڑا مطمع نظر تھا تو اللہ اس کے معاملات کو سنوار دے گا، اس کے دل میں استغناء اور بے نیازی پیدا کرے گا اور دنیا مجبور و رسوا ہو کر اس کے قدموں میں آ کر گرے گی۔"

ایک بزرگ کا قول ہے کہ تمہیں دنیا میں سے حصہ پانے کی ضرورت تو ہے مگر آخرت میں سے حصہ پانے کی تمہیں اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ لہٰذا اگر تم نے آخرت کے حصے سے آغاز کیا تو دنیا کا حصہ تمہیں خود بخود ملا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون، ما ارید منھم من رزق وما ارید ان یطعمون، ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین (الذاریات ۵۶-۵۸)" (میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں، میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تو خود ہی رزاق ہے، بڑی قوت والا، اور زبردست)

جہاں تک صنعت و حرفت، تجارت و زراعت یا عمارت سازی اور رزق کے اس طرح کے دیگر وسائل و ذرائع میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت دینے کا تعلق ہے تو اس کا دارومدار ہر آدمی کے اپنے طبعی میلان پر ہے۔ اس بارے میں کوئی لگا بندھا اصول و قاعدہ میرے علم میں نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ان میں سے کسی پیشہ کو اختیار کرنا چاہے تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے استخارہ پر عمل کرنا چاہیئے، اس میں ناقابل بیان حد تک برکت ہے۔ اس کے بعد جو چیز اسے میسر آ جائے اسے چھوڑ کر خواہ مخواہ بلا ضرورت کسی اور پیشہ میں ٹانگ نہ اڑائے، الا یہ کہ اس میں کوئی شرعی قباحت ہو۔

جہاں تک علم کے حصول کے سلسلے میں قابل اعتماد کتابوں کا تعلق ہے تو یہ نہایت وسیع میدان ہے، اور اس کا دارومدار بھی کسی حد تک ان ممالک و علاقہ جات پر ہے جہاں انسان پروان چڑھا ہے، اس لیے کہ بعض ممالک میں علوم و فنون اور اس کے مسالک و مکتب فکر کی ایسی چیزیں میسر ہوتی ہیں جو دوسرے ممالک میں میسر نہیں ہوتیں لیکن خیر اور نیکی کی بنیاد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول علم کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے، اس لیے کہ یہی وہ علم ہے جو علم کہلائے جانے کا سزاوار ہے، اس کے علاوہ جو چیزیں ہیں وہ اگر علم ہیں تو نافع نہیں، یا سرے سے علم میں شامل ہی نہیں، چاہے زبردستی ان کا نام علم لکھ دیا گیا ہو اور اگر بالفرض وہ علم نافع ہیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثہ میں ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس جیسی۔

یا اس سے بہتر ہونے کی وجہ سے ان سے مستغنی کر دینے والی ہیں ۔ انسان کو اپنا ہدف و مقصود یہ بنانا چاہیئے کہ حضورؐ کے اوامر و نواہی اور آپؐ کے کلام کے مقاصد اور حکمتوں کو سمجھا جائے ۔ چنانچہ اگر اس کا دل اس بات پر مطمئن ہو جائے کہ کسی بات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مطلب اور غرض تھی تو اللہ کے ساتھ اور بندوں کے ساتھ تعلق کے سلسلے میں حتی الوسع اسے چھوڑ کر کسی اور بات پر عمل نہیں کرنا چاہیئے ۔

بندے کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس کے پاس علم کے تمام ابواب کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول بنیاد (حدیث و سنت) موجود ہو ۔ اگر لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے کسی معاملے میں اسے شرح صدر حاصل نہ ہو تو صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضؓ کی روایت میں سکھائی گئی دعا کرے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز پڑھنے کے لیے اٹھا کرتے تو فرماتے : " اللھم رب جبریل و میکائیل و اسرافیل ، فاطر السماوات والارض عالم الغیب والشھادۃ ، انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون ، اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک ، انک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم ۔ اللہ تعالیٰ نے خود بھی حدیث قدسی میں فرمایا ہے ۔ " میرے بندو ! تم سب گم کردہ راہ ہو ، مگر جسے میں ہدایت دوں ، مجھ ہی سے رہنمائی طلب کرو میں تمہیں راہ دکھاؤں گا ۔ "

زیر مطالعہ لانے کے لیے کتابوں اور مصنفین کے متعلق حسب توفیق ایزدی درس و تدریس کے دوران عرض کیا جاتا رہا ہے ۔ ابواب کے مطابق تالیف کی گئی کتابوں میں صحیح بخاری سے زیادہ کوئی اور مفید کتاب نہیں ، لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہا جا سکتا کہ علم کی تمام بنیادیں اس میں آگئی ہیں ۔ علم کے مختلف ابواب اور فروع میں تبحر کی خواہش رکھنے والا شخص اپنا پورا مقصد صرف اسی ایک کتاب پر انحصار کر کے حاصل نہیں کر سکتا ۔ اس لیے کہ دیگر احادیث اور ان معاملات کے بارے میں اہل علم و فقہ کے اقوال و آراء کا جاننا بھی ضروری ہے جن کا علم انہی حضرات کے ساتھ مخصوص ہے ۔ امت مسلمہ نے الحمد للہ علم کی تمام اقسام اور فروع کا احاطہ کیا ہے ، چنانچہ جس کے دل کو اللہ نے منور کیا ہے اسے ان علوم و فنون سے نفع پہنچایا ہے ، اور جس کو اس نور بصیرت سے محروم رکھا ہے تو کتب کی بہتات اس کی سرگرداں اور گمراہی میں اضافہ ہی کرے گی ۔ جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو لبید انصاری سے فرمایا تھا ۔ " کیا یہود و نصاریٰ کے پاس تورات و انجیل موجود نہیں ؟ انہوں نے انہیں کیا فائدہ پہنچایا ہے ؟

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہدایت اور سیدھی راہ سے نوازے ، رشد کی راہ سجھائے اور نفس کے شر سے محفوظ رکھے ، اور ہدایت عطا فرما دینے کے بعد دلوں میں ٹیڑھ نہ پیدا کرے اور ہمیں اپنی خاص رحمت عطا فرمائے وہی عطا فرمانے والا ہے ، والحمد للہ رب العالمین وصلواتہ علی اشرف المرسلین "

(فتاویٰ ابن تیمیہؒ جلد : ۱۰ ، ص ۶۵۳ - ۶۶۵)